رئیس احمد جعفری

تاثرات

قومی وراثت

نول کشور پریس نے اپنا کاروبار بند کردیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے دارالترجمہ پر تالا لگا دیا گیا۔ دائرۃ المعارف بھی دم توڑ رہا ہے۔ کسی دن اس کی خبر وفات بھی آجائے گی۔

یہ صرف ایک خبر نہیں ہے۔ ایک واقعہ نہیں ہے۔ ایک سانحہ ہے۔ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے۔

نول کشور پریس لکھنؤ نے علوم اسلامیہ پر، اسلامی تہذیب وحضارت پر، مسلمانوں کے تمدن اور معاشرت پر، ادب، انشاء عالیہ، اور علوم متفرقہ پر جو گراں بہا اور عظیم وجلیل کتابیں شائع کی ہیں وہ سیکڑوں سے متجاوز ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، کلام، منطق، فلسفہ، تصوف صرف، نحو، فصاحت، بلاغت، شیعہ فقہ، اور شیعہ روایات پر ایسی بے نظیر کتابیں اردو زبان میں اس ہندو پریس نے گزشتہ ایک صدی میں شائع کی ہیں کہ جن کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ اتنا بڑا اور نادر سرمایہ ہے کہ اس نے اردو زبان کو دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کا ہم پایہ بنا دیا ہے۔ ان کتابوں کی افادیت، اہمیت، اور عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اگر ایک آدمی فارسی بالکل نہ جانتا ہو، اور عربی سے یکسر ناآشنا ہو، مگر ان کتابوں کو پڑھ لے تو وہ علوم اسلامیہ کا ماہر بن سکتا ہے۔ ان کتابوں کا مطالعہ اسے اصل عربی اور فارسی کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ ترجمہ اتنا سلیس، رواں، شگفتہ اور بامحاورہ ہے کہ اس کی صحت پر انگلی نہیں رکھی

جاسکتی، اور اتنی طویل مدّت گزر جانے کے بعد بھی اس کے آب و رنگ میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

لیکن اب ان کتابوں کی طبع و اشاعت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ اب آئندہ یہ کتابیں نول کشور پریس کبھی نہیں چھاپے گا۔ ہندوستان میں اب اردو زبان کی پرستش نہیں۔ اب وہ غیر اور اجنبی زبان ہے۔ اس زبان میں طبع و اشاعت کا کام کرنا مفت کا خسارہ برداشت کرنا ہے۔ اور کوئی تاجر اس کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہو سکتا کہ گھاٹے کا کاروبار کرے۔ منشی نول کشور ایک شریف انسان تھے۔ لیکن تاجر تھے۔ ان کے پیش نظر صرف خدمت ہی نہیں تھی، تجارت تھی۔ اور وہ کٹر ہندو تھے۔ کوئی مسلمان تاجر بھی اس پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا کاروبار کرے جس کی بنیاد صرف خدمت پر ہو۔ یعنی صرف نقصان برداشت کرتا رہے نفع کا تصور بھی نہ کرے۔

جامعۂ عثمانیہ کا دارالترجمہ نظام دکن کے خزانۂ عامرہ سے چلتا تھا۔ اس ادارے نے عربی اور انگریزی کی صدہا کتابیں اردو میں منتقل کیں۔ یہ کتابیں تاریخ، معاشیات، منطق، فلسفہ، جغرافیہ، کیمیا، طب، جراحت، انجینئرنگ غرض ان تمام علوم و فنون پر مشتمل تھیں جو یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو ذرا بھی مبالغہ نہیں ہوگا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ نے وہ کارنامہ انجام دے ڈالا جو بغداد و مصر کے بیت الحکمۃ اور دارالترجمہ سے بھی نہ بن آیا تھا۔ لیکن اب حیدرآباد کا وجود ختم ہو چکا ہے۔ میر عثمان علی خاں نظام دکن حیدرآباد کے فرماں روا نہیں، صرف ایک معزز شہری ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا ذریعۂ تعلیم اردو تھا اب ہندی ہے۔ اردو کتابوں کا اب وہاں چلن نہیں رہ گیا ہے۔ جو کتابیں چھپی تھیں۔ کچھ بک گئیں، کچھ نذرِ آتش ہو گئیں۔ باقی کو دیمک نے چاٹ لیا۔

حیدرآباد کے دائرۃ المعارف نے عربی زبان کی وہ عظیم و جلیل کتابیں جو نایاب تھیں، جن کا ذکر صرف کتابوں میں پڑھا جاتا تھا۔ یا جن کے کچھ اقتباسات بعض قدیم کتابوں میں مل جاتے تھے۔ نہ صرف زرِ کثیر فراہم کر کے ان کی تصحیح و مقابلہ کا اہتمام کیا اور بڑا اچھا اور خوب صورت نسخ

ٹائپ ڈھال کر لاکھوں روپیہ صرف کر کے انھیں چھاپا۔ اور عالم اسلام کی خدمت میں ایسا گرانبہا تحفہ پیش کیا جسے وہ ہمیشہ ممنونیت کے ساتھ یاد رکھے گا۔ اگر حیدر آباد نے یہ عظیم اور ناقابل فراموش کارنامہ نہ انجام دیا ہوتا تو آج حدیث، تفسیر اور دوسرے علوم و فنون کی بہت سی کتب حوالہ سے ہم محروم رہتے۔ یہ حیدر آباد کا طفیل ہے کہ ان کتابوں سے مصر کے دانشور، اور دوسرے عرب ممالک کے اہل قلم استفادہ کرتے ہیں اور تحقیقی کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔

پاکستان میں اگر چند ناشرین مل کر ایک لمیٹڈ کمپنی قائم کریں اور نول کشور پریس، جامعۂ عثمانیہ اور دائرۃ المعارف کے مطبوعات کی طبع و اشاعت کا سر و سامان بہم پہنچالیں تو یہ بہت نفع بخش کاروبار ثابت ہوگا۔

ہمیں امید ہے اگر اس طرح کا کوئی ادارہ قائم ہوا تو حکومت بھی اس کی امداد سے دریغ نہیں کرے گی۔